[](https://rekhta.org/poets/sauda-mohammad-rafi/?lang=ur)

**محمد رفیع سودا**

* 1713-1780
* دہلی

اٹھارہویں صدی کے عظیم شاعروں میں شامل، میر تقی میر کے ہم عصر

# اپنے کا ہے گناہ بیگانے نے کیا کیا

اپنے کا ہے گناہ بیگانے نے کیا کیا

اس دل کو کیا کہوں کہ دوانے نے کیا کیا

یاں تک ستانا مج کو کہ رو رو کہے تو ہائے

یارو نہ تم سنا کہ فلانے نے کیا کیا

پردہ تو راز عشق سے اے یار اٹھ چکا

بے سود ہم سے منہ کے چھپانے نے کیا کیا

آنکھوں کی رہبری نے کہوں کیا کہ دل کے ساتھ

کوچے کی اس کے راہ بتانے نے کیا کیا

کام آئی کوہ کن کی مشقت نہ عشق میں

پتھر سے جوئے شیر کے لانے نے کیا کیا

ٹک در تک اپنے آ مرے ناصح کا حال دیکھ

میں تو دوانا تھا پہ سیانے نے کیا کیا

چاہوں میں کس طرح یہ زمانے کی دوستی

اوروں سے دوست ہو کے زمانے نے کیا کیا

کہتا تھا میں گلے کا ترے ہو پڑوں گا ہار

دیکھا نہ گل کو سر پہ چڑھانے نے کیا کیا

سوداؔ ہے بے طرح کا نشہ جام عشق میں

دیکھا کہ اس کو منہ کے لگانے نے کیا کیا

# آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا

کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

سرگرم نالہ ان دنوں میں بھی ہوں عندلیب

مت آشیاں چمن میں مرے متصل بنا

جب تیشہ کوہ کن نے لیا ہاتھ تب یہ عشق

بولا کہ اپنی چھاتی پہ دھرنے کو سل بنا

جس تیرگی سے روز ہے عشاق کا سیاہ

شاید اسی سے چہرۂ خوباں پہ تل بنا

لب زندگی میں کب ملے اس لب سے اے کلال

ساغر ہماری خاک کو متھ کرکے گل بنا

اپنا ہنر دکھاویں گے ہم تجھ کو شیشہ گر

ٹوٹا ہوا کسی کا اگر ہم سے دل بنا

سن سن کے عرض حال مرا یار نے کہا

سوداؔ نہ باتیں بیٹھ کے یاں متصل بنا

# اے دیدہ خانماں تو ہمارا ڈبو سکا

اے دیدہ خانماں تو ہمارا ڈبو سکا

لیکن غبار یار کے دل سے نہ دھو سکا

تجھ حسن نے دیا نہ کبھو مفسدی کو چین

فتنہ نہ تیرے دور میں پھر نیند سو سکا

جو شمع تن ہوا شب ہجراں میں صرف اشک

پر جس قدر میں چاہے تھا اتنا نہ رو سکا

سوداؔ قمار عشق میں شیریں سے کوہ کن

بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشق باز

اے رو سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

# باطل ہے ہم سے دعویٰ شاعر کو ہم سری کا

باطل ہے ہم سے دعویٰ شاعر کو ہم سری کا

دیوان ہے ہمارا کیسہ جواہری کا

چہرہ ترا سا کب ہے سلطان خاوری کا

چیرہ ہزار باندھے سر پر جو وہ زری کا

منہ پر یہ گوشوارہ موتی کا جلوہ گر ہے

جیسے قران باہم ہو ماہ و مشتری کا

آئینہ خانے میں وہ جس وقت آن بیٹھے

پھر جس طرف کو دیکھو جلوہ ہے واں پری کا

جز شوق دل نہ پہنچوں ہرگز بہ کوئے جاناں

اے خضر کب ہوں تیری محتاج رہبری کا

جو دیکھتا ہے تجھ کو ہنستا ہے قہقہے مار

اے شیخ تیرا چہرہ مبدا ہے مسخری کا

طالب ہیں سیم و زر کے خوبان ہند سوداؔ

احوال کون سمجھے عاشق کی بے زری کا

# بلبل نے جسے جا کے گلستان میں دیکھا

بلبل نے جسے جا کے گلستان میں دیکھا

ہم نے اسے ہر خار بیابان میں دیکھا

روشن ہے وہ ہر ایک ستارے میں زلیخا

جس نور کو تو نے سر کنعان میں دیکھا

برہم کرے جمعیت کونین جو پل میں

لٹکا وہ تری زلف پریشان میں دیکھا

واعظ تو سنے بولے ہے جس روز کی باتیں

اس روز کو ہم نے شب ہجران میں دیکھا

اے زخم جگر سودۂ الماس سے خو کر

کتنا وہ مزا تھا جو نمک دان میں دیکھا

سوداؔ جو ترا حال ہے اتنا تو نہیں وہ

کیا جانیے تو نے اسے کس آن میں دیکھا

# بے وجہ نئیں ہے آئنہ ہر بار دیکھنا

بے وجہ نئیں ہے آئنہ ہر بار دیکھنا

کوئی دم کو پھولتا ہے یہ گل زار دیکھنا

نرگس کی طرح خاک میری اگیں ہیں چشم

ٹک آن کے یہ حسرت دیدار دیکھنا

کھینچے تو تیغ ہے حرم دل کے صید پر

اے عشق پر بھلا تو مجھے مار دیکھنا

ہے نقص جان دید ترا پر یہی ہے دھن

جی جاؤ یار ہو مجھے یک بار دیکھنا

اے طفل اشک ہے فلک ہفتمیں پہ عرش

آگے قدم نہ رکھیو تو زنہار دیکھنا

پوچھے خدا سبب جو مرے اشتیاق کا

میری زباں سے ہو یہی اظہار دیکھنا

ہر نقش پا پہ تڑپے ہے یارو ہر ایک دل

ٹک واسطے خدا کے یہ رفتار دیکھنا

کرتا تو ہے تو آن کے سوداؔ سے اختلاط

کوئی لہر آ گئی تو مرے یار دیکھنا

تجھ بن عجب معاش ہے سوداؔ کا ان دنوں

تو بھی ٹک اس کو جا کے ستم گار دیکھنا

نے حرف و نے حکایت و نے شعر و نے سخن

نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا

خاموش اپنے کلبۂ احزاں میں روز و شب

تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا

یا جا کے اس گلی میں جہاں تھا ترا گزر

لے صبح تا بہ شام کئی بار دیکھنا

تسکین دل نہ اس میں بھی پائی تو بہر شغل

پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں روز ہجر کو

پر جو خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا

# تجھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا

تجھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا

لذت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا

تصویر مری تجھ بن مانیؔ نے جو کھینچی تھی

انداز سمجھ اس کا بہزادؔ بہت رویا

نالے نے ترے بلبل نم چشم نہ کی گل کی

فریاد مری سن کر صیاد بہت رویا

جوئیں پڑی بہتی ہیں جا دیکھ گلستاں میں

تجھ قد سے خجل ہو کر شمشاد بہت رویا

آئینہ جو پانی میں ہے غرق یہ باعث ہے

تجھ سخت دلی آگے فولاد بہت رویا

یاں تک مرے مشہد سے ہے تشنہ لبی پیدا

اس سمت جو ہو گزرا جلاد بہت رویا

سوداؔ سے یہ میں پوچھا دل میں بھی کسی کو دوں

وہ کر کے بیاں اپنی روداد بہت رویا

# جو گزری مجھ پہ مت اس سے کہو ہوا سو ہوا

جو گزری مجھ پہ مت اس سے کہو ہوا سو ہوا

بلا کشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا

مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریباں گیر

مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

پہنچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو

کوئی سبو کوئی مرہم رکھو ہوا سو ہوا

کہے ہے سن کے مری سرگزشت وہ بے رحم

یہ کون ذکر ہے جانے بھی دو ہوا سو ہوا

خدا کے واسطے آ درگزر گنہ سے مرے

نہ ہوگا پھر کبھو اے تند خو ہوا سو ہوا

یہ کون حال ہے احوال دل پہ اے آنکھو

نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

نہ کچھ ضرر ہوا شمشیر کا نہ ہاتھوں کا

مرے ہی سر پہ اے جلاد جو ہوا سو ہوا

دیا اسے دل و دیں اب یہ جان ہے سوداؔ

پھر آگے دیکھیے جو ہو سو ہو ہوا سو ہوا

# چہرے پہ نہ یہ نقاب دیکھا

چہرے پہ نہ یہ نقاب دیکھا

پردے میں تھا آفتاب دیکھا

کیوں کر نہ بکوں میں ہاتھ اس کے

یوسف کی طرح میں خواب دیکھا

کچھ میں ہی نہیں ہوں، ایک عالم

اس کے لیے یاں خراب دیکھا

دل تو نے عبث لکھا تھا نامہ

جو ان نے دیا جواب دیکھا

بے جرم و گناہ قتل عاشق

مذہب میں ترے صواب دیکھا

کچھ ہووے تو ہو عدم میں راحت

ہستی میں تو ہم عذاب دیکھا

جس چشم نے مجھ طرف نظر کی

اس چشم کو میں پر آب دیکھا

حیران وہ تیرے عشق میں ہے

یاں ہم نے جو شیخ و شاب دیکھا

بھولا ہے وہ دل سے لطف اس کا

سوداؔ نے یہ جب عتاب دیکھا

# دامن صبا نہ چھو سکے جس شہ سوار کا

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہ سوار کا

پہنچے کب اس کو ہاتھ ہمارے غبار کا

موج نسیم آج ہے آلودہ گرد سے

دل خاک ہو گیا ہے کسی بے قرار کا

خون جگر شراب و ترشح ہے چشم تر

ساغر مرا گرو نہیں ابر بہار کا

چشم کرم سے عاشق وحشی اسیر ہو

الفت ہے دام آہوئے دل کے شکار کا

سونپا تھا کیا جنوں نے گریبان کو مرے

لیتا ہے اب حساب جو یہ تار تار کا

سوداؔ شراب عشق نہ کہتے تھے ہم، نہ پی

پایا مزا نہ تو نے اب اس کے خمار کا

# دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نہ جائے گا

دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نہ جائے گا

جوں اشک پھر زمیں سے اٹھایا نہ جائے گا

رخصت ہے باغباں کہ تنک دیکھ لیں چمن

جاتے ہیں واں جہاں سے پھر آیا نہ جائے گا

کعبہ ڈہا تو غم نہ کر اے شیخ بت شکن

دل برہمن کا ہے کہ بنایا نہ جائے گا

آنے سے فوج خط کے نہ ہو دل کو مخلصی

بندھوا ہے زلف کا یہ چھٹایا نہ جائے گا

پہنچیں گے اس چمن میں نہ ہم داد کو کبھو

جوں گل یہ چاک جیب سلایا نہ جائے گا

تیغ جفائے یار سے دل سر نہ پھیریو

پھر منہ وفا کو ہم سے دکھایا نہ جائے گا

آوے گا وہ چمن میں نہ اے ابر جب تلک

پانی گلوں کے منہ میں چوایا نہ جائے گا

عمامے کو اتار کے پڑھیو نماز شیخ

سجدے سے ورنہ سر کو اٹھایا نہ جائے گا

زاہد گلے سے مستوں کے باز آنے کا نہیں

تا مے کدے میں لا کے چھکایا نہ جائے گا

ظالم نہ میں کہا تھا کہ اس خوں سے درگزر

سوداؔ کا قتل ہے یہ چھپایا نہ جائے گا

دامان و داغ تیغ کو دھویا تو کیا ہوا

عالم کے دل سے داغ دھلایا نہ جائے گا

# صدمہ ہر چند ترے جور سے جاں پر آیا

صدمہ ہر چند ترے جور سے جاں پر آیا

تس پہ شکوہ نہ کبھی میری زباں پر آیا

راست کیشوں کی تف آہ سے ڈر اے سرکش

تیر پھرتا نہیں جس وقت نشاں پر آیا

موسم شیب میں بے فائدہ ہے لعب شباب

کب ثمر دیوے ہے جو نخل خزاں پر آیا

دل پر خوں کو مرے غنچۂ تصویر کی طرح

لب وا شد نہ کبھی راز نہاں پر آیا

چشم انجم پہ نہیں ابر سے وہ روز سیاہ

جو مرے دیدۂ خوں ناب چکاں پر آیا

رات کو دیکھ کے اے ماہ تجھے غیر کے ساتھ

طعنہ زن دل کا مرے گل کے کتاں پر آیا

ہو کے استاد دبستان سخن میں سوداؔ

شعر کے قاعدہ دانان جہاں پر آیا

# کب دل شکست گاں سے کر عرض حال آیا

کب دل شکست گاں سے کر عرض حال آیا

ہے بے صدا وہ چینی جس میں کہ بال آیا

سینے سے میں دعا کو لایا جو شب لبوں تک

کہنے لگی اجابت کیدھر خیال آیا

کونین تک ملی تھی جس دل کی مجھ کو قیمت

قسمت کہ یک نگہ پر جا اس کو ڈال آیا

بخشش پہ دو جہاں کے آئی تھی ہمت دہر

لیکن نہ یاں زباں تک حرف سوال آیا

نازاں نہ ہو تو اس پر گر تجھ کو سنگ میں سے

گوہر نکالنے کا کسب و کمال آیا

ارباب فہم آگے وہ صاحب ہنر ہے

کینہ کسی کے دل سے جس کو نکال آیا

دیر خراب میں کل اک مست کی زباں پر

یہ شعر اس جگہ کے کیا حسب حال آیا

اعمال دیکھ تیرے مے شرم سے عرق ہے

اے محتسب تجھے بھی کچھ انفعال آیا

ملنے کا ایک دم بھی یاں ضعف دل ہے مانع

اکتا کے اٹھ گیا وہ تب میں بحال آیا

نخل حیات اپنا گلشن میں باغباں نے

بویا تو تھا ہوس کر لیکن نہ پال آیا

اکسیر ہے تو کیا ہے وہ مشت خاک سوداؔ

خاطر پہ جب کسی کی جس سے ملال آیا

# کہتے ہیں لوگ یار کا ابرو پھڑک گیا

کہتے ہیں لوگ یار کا ابرو پھڑک گیا

تیغا سا کچھ نظر میں ہماری سڑک گیا

میں کیا کروں ادائے غضب ناک کا بیاں

بجلی سا میرے سامنے آ کر کڑک گیا

نالے سے میرے گل تو ہوا چاک پیرہن

بلبل ترا جگر نہ یہ سن کر تڑک گیا

کوئی گیا نہ خوف سے قاتل کے سامنے

میں ہی تھا اس کے رو بہ رو جو بے دھڑک گیا

مشکل پڑے گا پھر تو بجھانا جہان کا

جو ٹک زیادہ عشق کا شعلہ بھڑک گیا

سوداؔ چرا چکا ہی تھا گلشن میں گل کو میں

قسمت کو اپنی کیا کہوں پتا کھڑک گیا

# مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا

مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا

جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

پردے کو تعین کے در دل سے اٹھا دے

کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا

ٹک دیکھ صنم خانۂ عشق آن کے اے شیخ

جوں شمع حرم رنگ جھلکتا ہے بتاں کا

اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن

جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا

دکھلائیے لے جا کے تجھے مصر کا بازار

لیکن نہیں خواہاں کوئی واں جنس گراں کا

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ

دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

سوداؔ جو کبھو گوش سے ہمت کے سنے تو

مضمون یہی ہے جرس دل کی فغاں کا

# ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا

ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا

موسیٰ نہیں کہ سیر کروں کوہ طور کا

پڑھیے درود حسن صبیح و ملیح پر

جلوہ ہر ایک پر ہے محمد کے نور کا

توڑوں یہ آئنہ کہ ہم آغوش عکس ہے

ہووے نہ مج کو پاس جو تیرے حضور کا

بیکس کوئی مرے تو جلے اس پہ دل مرا

گویا ہے یہ چراغ غریباں کی گور کا

ہم تو قفس میں آن کے خاموش ہو رہے

اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا

ساقی سے کہہ کہ ہے شب مہتاب جلوہ گر

دے بسمہ پوش ہو کے تو ساغر بلور کا

سوداؔ کبھی نہ مانیو واعظ کی گفتگو

آوازۂ دہل ہے خوش آیند دور کا

# دیکھے بلبل جو یار کی صورت

دیکھے بلبل جو یار کی صورت

پھر نہ دیکھے بہار کی صورت

برق دیکھی ہو جس نے سو جانے

مجھ دل بے قرار کی صورت

دل ترستا ہے دیکھنے کو مرا

خنجر آب دار کی صورت

جو کوئی دیکھتا ہے روتا ہے

مجھ دل داغ دار کی صورت

وہی سوداؔ کے دل کی سمجھیں قدر

دیکھیں جو لالہ زار کی صورت

# ہستی کو تری بس ہے میاں گل کی اشارت

ہستی کو تری بس ہے میاں گل کی اشارت

کافی ہے مرے نالے کو بلبل کی اشارت

فتویٰ طلب اے یار نہ قاضی سے کروں میں

توبہ شکنی کو ہے مری مل کی اشارت

مل بیٹھ میری آنکھوں میں ہے ساعت نیک آج

یہ چشم ترازو ہیں ترے تل کی اشارت

ہے باعث جمعیت دل ایک جہاں کی

اے شوخ پریشانیٔ کاکل کی اشارت

تقویٰ کے نہیں بار سے قد خم ترا اے شیخ

اک خلق میں مشہور ہے اس پل کی اشارت

یاد آئے تری زلف نہ مجھ کو جو چمن میں

دے تاب مرے دل کو نہ سنبل کی اشارت

عشاق کو تجھ چشم کے حاجت نہیں مے کی

بے ہوش کرے سوداؔ کو قلقل کی اشارت

# تجھ بن بہت ہی کٹتی ہے اوقات بے طرح

تجھ بن بہت ہی کٹتی ہے اوقات بے طرح

جوں توں کے دن تو گزرے ہے پر رات بے طرح

ہوتی ہے ایک طرح سے ہر کام کی جزا

اعمال عشق کی ہے مکافات بے طرح

بلبل کر اس چمن میں سمجھ کر ٹک آشیاں

صیاد لگ رہا ہے تری گھات بے طرح

پوچھا پیام بر سے جو میں یار کا جواب

کہنے لگا خموش کہ ہے بات بے طرح

ملنے نہ دے گا ہم سے تجھے ایک دم رقیب

پیچھے لگا پھرے ہے وہ بد ذات بے طرح

کوئی ہی مور ہے تو رہے اس میں شیخ جی

داڑھی پڑی ہے شانے کے اب ہاتھ بے طرح

سوداؔ نہ مل کر اپنی تو اب زندگی پہ رحم

ہے اس جواں کی طرز ملاقات بے طرح

# گر تجھ میں ہے وفا تو جفاکار کون ہے

گر تجھ میں ہے وفا تو جفاکار کون ہے

دل دار تو ہوا تو دل آزار کون ہے

نالاں ہوں مدتوں سے ترے سایہ کے تلے

پوچھا نہ یہ کبھو پس دیوار کون ہے

ہر شب شراب خوار ہر اک دن سیاہ ہے

آشفتہ زلف و لٹپٹی دستار کون ہے

ہر آن دیکھتا ہوں میں اپنے صنم کو شیخ

تیرے خدا کا طالب دیدار کون ہے

سوداؔ کو جرم عشق سے کرتے ہیں آج قتل

پہچانتا ہے تو یہ گنہ گار کون ہے

# گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانے وگرنہ

کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی

اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے

تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لخت جگر بھی

اے نالہ صد افسوس جواں مرنے پہ تیرے

پایا نہ تنک دیکھنے تیں روئے اثر بھی

کس ہستئ موہوم پہ نازاں ہے تو اے یار

کچھ اپنے شب و روز کی ہے تج کو خبر بھی

تنہا ترے ماتم میں نہیں شام سیہ پوش

رہتا ہے سدا چاک گریبان سحر بھی

سوداؔ تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات

آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

# مگر وہ دید کو آیا تھا باغ میں گل کے

مگر وہ دید کو آیا تھا باغ میں گل کے

کہ بو کچھ اور میں پائی دماغ میں گل کے

عدو بھی ہو سبب زندگی جو حق چاہے

نسیم صبح ہے روغن چراغ میں گل کے

چمن کھلیں ہیں پہنچ بادہ لے کے اے ساقی

گرفتہ دل مجھے مت کر فراغ میں گل کے

نہیں ہے جائے ترنم یہ بوستاں کہ نہیں

سوائے خون جگر مے ایاغ میں گل کے

علی کا نقش قدم ڈھونڈھتا ہے یوں سوداؔ

پھرے ہے باد سحر جوں سراغ میں گل

# نسیم ہے ترے کوچے میں اور صبا بھی ہے

نسیم ہے ترے کوچے میں اور صبا بھی ہے

ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے

ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم

ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے

جلے ہے شمع سے پروانہ اور میں تجھ سے

کہیں ہے مہر بھی جگ میں کہیں وفا بھی ہے

خیال اپنے میں گو ہوں ترانہ سنجاں مست

کراہنے کے دلوں کو کبھی سنا بھی ہے

زبان شکوہ سوا اب زمانہ میں ہیہات

کوئی کسو سے بہم دیگر آشنا بھی ہے

ستم روا ہے اسیروں پہ اس قدر صیاد

چمن چمن کہیں بلبل کی اب نوا بھی ہے

سمجھ کے رکھیو قدم خار دشت پر مجنوں

کہ اس نواح میں سوداؔ برہنہ پا بھی ہے

# یا رب کہیں سے گرمئ بازار بھیج دے

یا رب کہیں سے گرمئ بازار بھیج دے

دل بیچتا ہوں کوئی خریدار بھیج دے

اپنی بساط میں تو یہی دل ہے میری جاں

لیتا نہیں تو کیا کروں اے یار بھیج دے

دعویٰ جو برشگال کو آنکھوں سے ہے مری

ایسا کوئی جو ابر گہربار بھیج دے

دیتے ہیں عقد حسن میں عاشق عروس جاں

آتا نہیں جو آپ تو تلوار بھیج دے

سوداؔ سے غم گسار کا تھا دل یہ تیں لیا

اس کے عوض بھلا کوئی غم خوار بھیج دے

# تجھ عشق کے مریض کی تدبیر شرط ہے

تجھ عشق کے مریض کی تدبیر شرط ہے

لیکن شفا کو گردش تقدیر شرط ہے

سودائی دل کو زلف گرہ گیر شرط ہے

دیوانے کے علاج میں زنجیر شرط ہے

نالے تو میں بہت کئے اس بت کے سامنے

پتھر کے نرم کرنے کو تاثیر شرط ہے

ہو خاک راہ عشق میں تا قدر ہو تری

مس کے طلا بنانے کو اکسیر شرط ہے

کافی ہے اک اشارۂ ابرو ترا ہمیں

کچھ عاشقوں کے قتل کو شمشیر شرط ہے

دل کی شکست و ریخت کی میرے تو لے خبر

ہر گھر کی دیر پائی کو تعمیر شرط ہے

کرتا ہے کس گنہ پہ عقوبت ہمیں تو یار

تعزیر کے تو واسطے تقصیر شرط ہے

سوداؔ میں اس چمن میں ہوں جوں غنچہ دل گرفت

ماتم سرا میں صورت دلگیر شرط ہے